فقیہ ملت اور اوجھا گنج کے غلط امور کی اصلاح

ساجد علی مصباحی، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلّي ونسلّم علی رسولہ الکریم

فقیہ ملت حضرت علامہ مفتی جلال الدین احمد امجدی علیہ الرحمہ [متوفیٰ: ۴ رجُمادیٰ الآخرہ ۱۴۲۳ھ/ ۲۳ /اگست ۲۰۰۱ء] گوناگوں اوصاف وکمالات کے حامل اور بہت سی امتیازی خوبیوں کے مالک تھے، درس گاہ میں جب طلبہ کے روبرو ہوتے تو اُن کے ذہن وفکر کو صیقل کرنے والے کام یاب مدرس اور مشفق ومہربان استاذ نظر آتے ،جس پر آپ کے خرمن علم سے خوشہ چینی کرنے والے اصحابِ فکر وفن تلامذہ شاہد ہیں اور جب مسندِ افتا پر جلوہ نما ہوتے تو حاضر دماغ اور بالغ نظر مفتی کی طرح اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ عوام وخواص کے مسائل کی الجھی گتھیاں سلجھاتے دکھائی دیتے، جیسا کہ فتاویٰ فیض الرسول کی دونوں جلدوں سے ظاہر ہے، وعظ وخطاب کے لیے جب منبرِ رسول پر تشریف فرما ہوتے تو آسان اور سادہ لب ولہجہ میں ترغیب وترہیب کا فریضہ انجام دیتے اور لومۃ لائم سے بے پروا ہو کر عوام الناس کے عقائد واعمال کی اصلاح کی کوشش کرتے اور جب اِن امور کی انجام دہی سے کچھ فرصت ملتی تو دینی وعلمی ،اصلاحی وتعمیری کتابیں تصنیف فرماتے ، جیسا کہ آپ کے مواعظ وخطبات اور تصنیفات تالیفات سے واضح ہے۔

اِس طرح دیکھا جائے تو فقیہ ملت علیہ الرحمہ کی زندگی کا ہر گوشہ امتیازی شان کا حامل اور اِس قابل ہے کہ اُس پر تفصیل سے لکھا اور پڑھا جائے ،مگر اُن کی ایک بڑی نمایاں خوبی یہ تھی کہ وہ اپنے وطن ”اوجھا گنج“ میں رہتے یا وطن سے دور کسی اور جگہ قیام فرما ہوتے ، ہر جگہ ”امر بالمعروف اور نہی عن المنکر“ کرتے رہتے یعنی لوگوں کو بھلائی کا حکم دیتے اور خلاف شرع امور سے منع فرماتے رہتے۔

فقیہ ملت علیہ الرحمہ کے اِس وصفِ خاص کا ذکر کرتے ہوئے اُن کی زندگی ہی میں مفکرِ اسلام حضرت علامہ محمد عبد المبین نعمانی ،رکن المجمع الاسلامی، مبارک پور نے ایک تعارف میں اس طرح لکھا تھا:

”حضرت فقیہ ملت پوری قوت اور توجہ سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر کاربند ہیں اور مداہنت ومصلحت سے دور رہ کر اعلانِ حق میں کسی کی پروا نہیں فرماتے ، اِس کے لیے تصانیف بھی گواہ ہیں اور آپ کے کھلم کھلا مواعظ بھی ، خاص طور سے آپ نے اپنے گاؤں ”اوجھا گنج“ کو بہت سی بدعات اور خلافِ شرع رسموں سے پاک کرنے میں جو کوشش فرمائی ہے وہ قابلِ رشک اور لائقِ تقلید ہے“۔[۱]

میں اپنے اِس مختصر سے مضمون میں فقیہ ملت علیہ الرحمہ کے اُسی وصفِ جمیل سے متعلق چند سطریں تحریر کرتا ہوں اور اُس میں بھی بالخصوص اُن امور کا تذکرہ کرتا ہوں جن کا تعلق خود موصوف کے وطنِ مالوف ”اوجھا گنج“ سے ہے۔

اِس حقیقت کا ذکر تو قرآن کریم میں بھی ہے کہ اللہ جل شانہٗ نے اِس امت کو ”خیر امت“ کا لقب عطا فرمایا تو ایمان کے ساتھ اس کے اسی عملِ خیر [امر بالمعروف اور نہی عن المنکر] کا بیان کیا۔ چنان چہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ۔[۲]

ترجمہ: تم بہتر ہو (اے اُمت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اُن سب اُمتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں، بھلائی کا حکم دیتے ہو اور بُرائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔[۳]

[۱] فتاویٰ فیض الرسول، ج ۲، ص: ۵۶، تعارف فقیہ ملت، دار الاشاعت فیض الرسول، براؤں شریف۔

[۲] قرآن کریم، پارہ: ۴، آل عمران: ۳، آیت: ۱۱۰۔

[۳] کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ۔

اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان عالی شان ہے:

مَنْ رَأىٰ مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ وَذٰلِكَ أَضْعَفُ الإِيمَانِ.[۱]

ترجمہ: تم میں جو کوئی خلاف شرع بات دیکھے تو چاہیے کہ اسے اپنے ہاتھ سے مٹا دے، اور اگر اس کی طاقت نہ ہو تو اپنی زبان سے رد کر دے، اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو دل سے اسے برا جانے اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔

یہ کام [امر بالمعروف اور نہی عن المنکر] اس لحاظ سے بہت مشکل ہے کہ اسے انجام دینے کے لیے ضروری ہے کہ انسان پہلے خود ہی احکام شرع پر اچھی طرح عامل اور فرائض وواجبات، بلکہ سنن ومستحبات پر بھی خوب کاربند ہو، ورنہ اس کی تحریر وتقریر اور وعظ ونصیحت کا مخاطب پر کوئی اثر نہیں ہوگا اور وہ عنداللہ ماخوذ بھی ہوگا۔ قرآن کریم میں ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝[۲]

ترجمہ: اے ایمان والو! کیوں کہتے ہو وہ جو نہیں کرتے، کیسی سخت ناپسند ہے اللہ کو وہ بات کہ وہ کہو جو نہ کرو۔[۳]

فقیہ ملت علیہ الرحمہ بہت سی بدعات وخرافات اور غلط رسم ورواج کی اصلاح میں بالخصوص اپنے گاؤں "اوجھا گنج" میں اسی لیے کامیاب ہوئے کہ وہ نامور عالم وفقیہ اور بڑے مفتی ہونے کے ساتھ احکام شرع کے پابند اور کتاب وسنت کے مطابق عمل کرنے والے بھی تھے، اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ دعوت وتبلیغ کا فریضہ انجام دیتے تھے اور اپنے متعلقین کو بھی اسی کی تاکید وتلقین فرماتے تھے۔

اب میں موضوع کی مناسبت سے آپ کے گاؤں "اوجھا گنج" سے متعلق ایسے چند امور کا تذکرہ کرتا ہوں جن کی آپ نے اصلاح فرمائی:

[۱] شادی کے موقع پر عورتوں کا گانا بجانا:

شادی کی تقریبات میں عورتوں کا گانا بجانا ایک عام بات ہے اور بہت سی جگہوں پر اِس کا خاصا اہتمام بھی ہوتا ہے، لوگ نام ونمود کے لیے یا دینی امور میں غفلت وبے توجہی کی بنیاد پر اِس امر کی طرف کچھ دھیان نہیں دیتے کہ عورتوں کا یہ گانا بجانا ازروئے شرع ناجائز ہے؛ اسی لیے اُن کو اِس خلاف شرع کام سے منع بھی نہیں کرتے۔

صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"اکثر جاہلوں میں رواج ہے کہ محلہ یا رشتہ کی عورتیں جمع ہوتی ہیں اور گاتی بجاتی ہیں، یہ حرام ہے کہ اولاً ڈھول بجانا ہی حرام، پھر عورتوں کا گانا مزید براں، عورت کی آواز نامحرموں کو پہنچنا اور وہ بھی گانے کی اور وہ بھی عشق وہجر ووصال کے اشعار یا گیت۔ جو عورتیں اپنے گھروں میں چلّا کر بات کرنا پسند نہیں کرتیں، گھر سے باہر آواز جانے کو معیوب جانتی ہیں، ایسے موقعوں پر وہ بھی شریک ہوجاتی ہیں، گویا اُن کے نزدیک گانا کوئی عیب ہی نہیں، کتنی ہی دُور تک آواز جائے کوئی حرج نہیں"۔[۴]

ایسی ہی کچھ صورتِ حال فقیہ ملت علیہ الرحمہ کے گاؤں "اوجھا گنج" میں بھی تھی۔ چنان چہ وہ خود فرماتے ہیں:

"اوجھا گنج میں جب کسی کے یہاں شادی ہوتی تھی تو ایک مہینہ پہلے اس کے گھر دفالی کے یہاں سے ڈھول آجاتی تھی اور آبادی بھر کی مسلم عورتیں جمع ہوکر بارہ بارہ بجے رات تک گاتی بجاتی تھیں اور بعض گھروں میں عورتیں ناچتی بھی تھیں، یہاں تک کہ ہمارا گھر بھی گانے بجانے سے پاک نہیں تھا"۔[۵]

فقیہ ملت علیہ الرحمہ نے کتاب وسنت کی روشنی میں اپنے قول وعمل اور تحریر وتقریر کے ذریعہ لوگوں کو اِس منکر اور خلافِ شرع امر سے باز رہنے کی تاکید کی اور انھیں سختی کے ساتھ منع کیا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ رسم بد اُن کی آبادی سے ختم ہوگئی۔ چنان چہ فقیہ ملت علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

---

[۱] صحيح مسلم، ج:۱، ص:۵۰، رقم الحديث:۱۸۶، دار الآفاق الجديدة، بيروت.

[۲] قرآن کریم، پارہ:۲۸، الصف:۶۱، آیت:۲، ۳۔

[۳] کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن، مجلس برکات، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ۔

[۴] بہار شریعت، حصہ ہفتم، ص:۱۰۵، مکتبۃ المدینہ۔

[۵] خطباتِ محرم، ص:۵۲۰، مکتبہ فقیہ ملت، دہلی۔

”ہماری شادی کے وقت جب ڈھول لانے کی بات آئی تو ہم نے نہایت سختی سے منع کیا اور کہا کہ ڈھول آئے گی تو ہم اُسے چاقو سے پھاڑ دیں گے، جولائے گا وہ ذمہ دار ہوگا، پھر ڈھول نہیں آئی اور اوجھا گنج کی تاریخ میں یہ پہلی شادی ہوئی جس میں گانا بجانا نہیں ہوا، پھر ہم دوسروں کو بھی سختی سے منع کرتے رہے یہاں تک کہ پوری مسلم آبادی سے یہ خرابی دور ہوگئی ،صرف چند آدمی جو نیچ قسم کے ہیں اُن کے یہاں رہ گئی ہے۔ امید ہے کہ آہستہ آہستہ اُن کے گھر سے بھی ختم ہوجائے گی“۔[۱]

اور”فتاویٰ فیض الرسول“میں شادی وغیرہ تقریبات میں عورتوں کے گانے سے متعلق اِس طرح رقم طراز ہیں:

”عورتوں کو شادی وغیرہ کسی بھی تقریب میں گانا معصیت ہے، ہرگز جائز نہیں ؛ کہ اُن کا گانا آواز کے ساتھ ہوتا ہے جو فتنہ ہے، یہاں تک کہ اسی فتنہ کے سبب اُن کو اذان بھی کہنا جائز نہیں۔اور گانے میں عموماوصال وہجر کے اشعار ہوتے ہیں اور ایسا گانا بہر حال برا ہے کہ وہ زنا کا منتر ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے:الغناء رقية الزنا وهو مروي عن ابن مسعود رضي الله تعالیٰ عنه"۔[۲]

[۲] بارات میں انگریزی باجا بجانا:

بہت سے علاقوں میں شادی بیاہ کے موقع پر باجا بجانا، بلکہ اسی کے ساتھ بارات رخصت کرنا یا اُس کا استقبال کرنا بھی ایک عام سی بات ہے،لڑکے کے گھر والے بڑے شوق سے روپے خرچ کرکے انگریزی باجا بجانے والوں کو بلاتے ہیں اور خوب دھوم دھڑاکا کرتے ہیں، جو شرعا ناجائز وحرام ہے۔فقیہ ملت علیہ الرحمہ اس تعلق سے اپنے ایک فتویٰ میں لکھتے ہیں:

”شادی بیاہ،ختنہ،عقیقہ اور ولیمہ وغیرہ تقریبات میں مروجہ باجا بجانا اور وہ ریکاڈنگ جو عام طور پر کی جاتی ہے سب کے نزدیک متفقہ طور پر ناجائز وحرام ہے اور ان چیزوں کا ناجائز وحرام ہونا اِس قدر مشہور ومعروف ہے کہ جس کے لیے دلیل پیش کرنے کی ضرورت نہیں کہ دیہات کے عوام بھی اِس سے واقف ہیں“۔[۳]

شادی وغیرہ کے موقع پر اِس طرح ڈھول باجا بجانے کا رواج ”اوجھا گنج“ میں بھی تھا، جسے بند کرنے کے لیے فقیہ ملت علیہ الرحمہ نے بڑی کوشش کی اور اللہ جل شانہٗ کے فضل وکرم سے وہ اِس میں کام یاب بھی رہے۔ چنان چہ وہ خود اپنی آبادی ”اوجھا گنج“ سے متعلق اِس رواج اور اِس کے خاتمہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”باراتوں میں بھی طرح طرح کے باجے لے جاتے تھے اور دوسروں سے بھی منگائے جاتے تھے، یہاں تک کہ آبادی کے مسلمانوں نے انگریزی باجا کی ایک غول بنا رکھی تھی جو اوجھا گنج اور دوسری جگھوں پر پیسہ لے کر بجانے کے لیے جایا کرتی تھی۔الحمدللہ ہماری فہمائش پر یہ خرابیاں بھی دور ہوگئیں“۔[٤]

[۳] شادی میں غیر محرم کا دولھن کے کپڑے لے جانا:

گاؤں دیہات میں اکثر مقامات پر ایسا ہوتا ہے کہ جب بارات آجاتی ہے تو لڑکے والے دولھن کے لیے جو کپڑا وغیرہ لائے ہوتے ہیں، اُسے باراتیوں کا نائی یا اُن کا کوئی دوسرا مرد، دولھن والوں کے گھر لے جاتا ہے جہاں گاوں، گھر اور رشتہ کی بہت سی عورتیں پہلے سے جمع ہوتی ہے، وہ سب مل کر اُس غیر محرم مرد کے ساتھ خوب بدتمیزیاں کرتی ہیں اور اہل خانہ رسم ورواج میں اِس طرح جکڑے ہوتے ہیں کہ انھیں اِس خلاف شرع کام پر کوئی اعتراض بھی نہیں ہوتا۔ایسا ہی کچھ رواج ” اوجھا گنج “ کا بھی تھا۔ چنان چہ فقیہ ملت علیہ الرحمہ اِس سلسلے میں اپنے گاؤں کے رسم ورواج کا ذکر کرتے ہوئے اِس طرح رقم طراز ہیں:

”بارات والے دولھن کے لیے جو کپڑا وغیرہ لاتے تھے،اسے گھر کے اندر پہنچانے کے لیے باراتیوں کا نائی یا دوسرا کوئی نامحرم

---

[۱] خطبات محرم،ص:۵۲۰،مکتبہ فقیہ ملت، دہلی۔

[۲] فتاویٰ فیض الرسول، ج:۲،ص:۴۸۷، ملخصا، دارالاشاعت فیض الرسول، براؤں شریف۔

[۳] فتاویٰ فیض الرسول، ج:۲،ص:۶۹۲، دارالاشاعت فیض الرسول، براؤں شریف۔

[٤] خطبات محرم،ص:۵۲۰، ۵۲۱،مکتبہ فقیہ ملت، دہلی۔

جاتا تھا، عورتیں پہلے سے کالک وغیرہ تیار کر کے رکھتی تھیں، سامان اتارتے ہی اُس کو لگانے کے لیے ٹوٹ پڑتی تھیں جس کے جواب میں بسا اوقات وہ بھی عورتوں پر ہاتھ چلا دیا کرتا تھا۔ العیاذ باللہ تعالیٰ‘‘۔[۱]

فقیہ ملت علیہ الرحمہ نے اِس بے ہودہ رسم و رواج کے تعلق سے اپنے گاؤں کے لوگوں کو اچھی طرح سے سمجھایا، انھیں مسائل شرعیہ سے آگاہ کیا، عذابِ آخرت سے ڈرایا اور بے پردہ عورتوں کے غیر محرم کے سامنے جانے اور اجنبی مرد سے ہنسی مذاق کرنے کی قباحت بیان کرتے ہوئے اُن کی غیرت و حمیت کو للکارا، جس سے اُن کی غیرتِ ایمانی بیدار ہوئی اور اُنھیں اِس ناجائز رسم و رواج کی خرابیاں سمجھ میں آنے لگیں اور آہستہ آہستہ یہ رسم و رواج اوجھا گنج سے ختم ہو گیا۔

[۴] دولھا کا باراتیوں کے ساتھ دولھن کے گھر سلام کے لیے جانا:

مشرقی یوپی کے بیشتر شہر و قصبات اور گاؤں دیہات میں یہ بھی رسم و رواج ہے کہ جب بارات کی رخصتی کا وقت قریب ہوتا ہے تو اس وقت دولھا چند باراتیوں کے ساتھ دولھن کے گھر جاتا ہے، جہاں اُن کے بیٹھنے کے لیے تخت وغیرہ کا انتظام ہوتا ہے، پھر دولھن کے گاؤں، گھر اور رشتہ کی خواتین انھیں چاروں طرف سے گھیر لیتی ہیں اور باری باری کچھ تحائف پیش کرتی ہیں اور اِس درمیان دولھے سے ہنسی مذاق بھی جاری رہتا ہے، بلکہ بعض عورتیں دولھے کے اوپر چنا، مٹر، کانٹے دار پھل، آلو، پیاز وغیرہ بھی پھینکتی ہیں اور پھر سب مل کر قہقہہ لگاتی ہیں، اُس وقت عموماً گھر کے مرد کنارے ہو جاتے ہیں اور خواتین کو اِس قسم کی بدتمیزیوں کے لیے کھلی چھوٹ مل جاتی ہے۔

فقیہ ملت علیہ الرحمہ کے گاؤں ’’اوجھا گنج‘‘ میں بھی اِس قسم کی ناجائز اور خلافِ شرع رسمیں جاری تھیں، جو اُن کی سعی پیہم اور جہدِ مسلسل سے آہستہ آہستہ ختم ہو گئیں۔ اِن امور کا ذکر خود انھوں نے اِن الفاظ میں کیا ہے:

’’دولھا باراتیوں کے ساتھ دولھن کے دروازے پر سلام کے لیے جایا کرتا تھا جس میں دولھا اور گھر کی عورتوں کے درمیان درختوں کی ٹہنیوں سے باقاعدہ مار ہوتی تھی اور بعض عورتیں چنا، مٹر یا کانٹے دار پھل بھی دولھا کے چہرہ پر مارتی تھیں۔ یہ بے ہودہ رسمیں بھی ختم ہوئیں‘‘۔[۲]

[۵] باراتیوں کو پانی پلانے کی اجرت وصول کرنا:

شادی کے ہنگاموں میں کہیں کہیں ایک بڑی عجیب و غریب رسم یہ بھی دیکھی جاتی ہے کہ جب بارات کی واپسی کا وقت ہوتا ہے تو لڑکی والوں کی طرف سے کچھ ہوشیار قسم کے تجربہ کار، سن رسیدہ لوگ جمع ہو جاتے ہیں اور دولھے کے باپ یا اس کی طرف سے کسی ذمہ دار شخص سے باراتیوں کو پانی پلانے، کھانا کھلانے، دولھن کو نہلانے، اس کے ہاتھوں پر مہندی لگانے، چوڑیاں پہنانے وغیرہ کاموں کی اجرت مانگتے ہیں۔

سمجھ میں نہیں آتا کہ جو لوگ نام نمود یا باراتیوں کی ضیافت میں لاکھوں روپے بے دریغ خرچ کر دیتے ہیں، وہ ہزار دو ہزار روپے کے لیے اپنے معزز قرابت داروں سے بحث و تکرار کا تماشہ دیکھتے ہیں اور رسم و رواج کے نام پر اُن سے کچھ رقم مانگنے میں ذرا بھی نہیں شرماتے۔ اور حد تو یہ ہے کہ بسا اوقات اِس رسم و رواج کے نبھانے میں لڑائی جھگڑے کی بھی نوبت آجاتی ہے۔

فقیہ ملت علیہ الرحمہ کا گاؤں بھی اس رسم و رواج سے محفوظ نہیں تھا، لیکن اُن کی کوششوں سے یہ غلط طریقہ بھی ختم ہو گیا اور لوگ شریعت کے مطابق شادی بیاہ کرنے لگے۔ اِس رواج اور اِس کے بند کرانے کی کوششوں کے بارے میں آپ یوں تحریر فرماتے ہیں:

’’اوجھا گنج کے لوگ پَن پلائی اور بھت پکائی کے نام پر باراتیوں کو پانی پلانے اور اُن کو کھانا کھلانے کی مزدوری دولھا کے گھر والوں سے وصول کیا کرتے تھے، ہم نے بہت غیرت دلائی اور کہا کہ اسے بند کرو۔ اور اگر اِس میں پنچ کا نقصان ہے تو ہر بارات کی پن پلائی اور بھت پکائی جب تک ہم زندہ ہیں، ہم سے وصول کیا کرو۔ الحمد للہ یہ غلط طریقہ بھی ختم ہوا‘‘۔[۳]

---

[۱] خطبات محرم، ص: ۵۲۱، مکتبہ فقیہ ملت، دہلی۔

[۲] خطبات محرم، ص: ۵۲۱، مکتبہ فقیہ ملت، دہلی۔

[۳] خطبات محرم، ص: ۵۲۱، مکتبہ فقیہ ملت، دہلی۔

[۶] بدمذہبوں سے رشتہ:

آج کل بہت سے سنی مسلمان بدمذہبوں خصوصا دیوبندیوں اوروہابیوں کے مکروفریب میں آکراُن سے میل ملاپ رکھتے ہیں اوراُن کی ظاہری نرمی ورَواداری دیکھ کراُن کے یہاں شادی بیاہ کرنے کے لیے بھی تیار ہوجاتے ہیں، وہ نہیں جانتے کہ یہ بدمذہب اللہ جل شانہ اوراُس کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں گستاخی اوربے ادبی کرتے ہیں، اُن کی ظاہری نرمی زہریلے سانپ کی طرح ہے جواوپر سے تونرم ہوتاہےلیکن اُس کے اندرزہرِقاتل موجودرہتاہے، بدمذہبوں سے رشتہ رکھناسانپ سے بھی زیادہ خطرناک ہے؛اِس لیے کہ سانپ جان لیتاہےاوریہ ایمان پرڈاکہ ڈالتے ہیں۔اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا:

" إِيَّاكُمْ وَإِيَّاهُمْ ،لَايُضِلُّوْنَكُمْ وَلَا يَفْتِنُوْنَكُمْ ،إِنْ مَرِضُوْا فَلَا تَعُوْدُوْهُمْ ، وَإِنْ مَاتُوْا فَلَا تَشْهَدُوْهُمْ ، وَإِنْ لَقِيْتُمُوْهُمْ فَلَا تُسَلِّمُوْا عَلَيْهِمْ ، وَلَا تُجَالِسُوْهُمْ ، وَلَا تُشَارِبُوْهُمْ ، وَلَاتُوَاكِلُوْهُمْ ، وَلَاتُنَاكِحُوْهُمْ ، وَلَا تُصَلُّوْا عَلَيْهِمْ وَلَا تُصَلُّوْا مَعَهُمْ ".[۱]

ترجمہ: بدمذہبوں سے دوررہواورانھیں اپنے قریب نہ آنے دو،کہیں وہ تمھیں گمراہ نہ کردیں،کہیں وہ تمھیں فتنے میں نہ ڈال دیں،اگروہ بیمار پڑیں توان کی عیادت نہ کرو،اگرمرجائیں توان کے جنازہ میں شریک نہ ہو،ان سے ملاقات ہوتوانھیں سلام نہ کرو،ان کے پاس نہ بیٹھو،ان کے ساتھ پانی نہ پیو،ان کے ساتھ کھانانہ کھاؤ،ان کے ساتھ شادی بیاہ نہ کرو،ان کے جنازہ کی نمازنہ پڑھواورنہ ان کے ساتھ نمازپڑھو۔

نبی کریم علیہ الصلاۃ والتسلیم کے اس واضح ارشادکے باوجود"اوجھا گنج" کے بعض سنی مسلمان وہابیوں اوردیوبندیوں کے یہاں شادی بیاہ کررہے تھے،فقیہ ملت علیہ الرحمہ نے قرآن وحدیث کی روشنی میں انھیں سمجھایا،پھرسختی سے ان کوبدمذہبوں کے یہاں رشتہ کرنے سے منع فرمایا جس سے وہاں کے مسلمانوں نے وہابیوں اوردیوبندیوں کے یہاں شادی بیاہ کرناترک کردیا۔اس سلسلے میں خودفقیہ ملت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"اوجھا گنج کے بعض مسلمان بھی وہابیوں اوردیوبندیوں کے یہاں شادی کررہے تھے،میں نے ہوش سنبھالتے ہی ان کومنع کیااورپھر کچھ دنوں بعداعلان کردیاکہ خبردار!اب کوئی ان کے یہاں رشتہ نہ کرے،اگرکرےگاتواس پرسختی کی جائے گی اورہرطرح سے اس کااسلامی بائیکاٹ کیاجائےگا۔اس اعلان کوعرصہ گزرگیا،مگرالحمدللہ اس وقت سے اب تک اوجھا گنج کے مسلمانوں کی کوئی شادی کسی بدمذہب کے یہاں نہیں ہوئی جس سے اس آبادی کی سنیت روزبروزنکھرتی ہی چلی گئی"۔[۲]

فقیہ ملت علیہ الرحمہ نے اس سلسلے میں ایک کتاب بھی تصنیف فرمائی جس کانام ہے" بدمذہبوں سے رشتے"۔اس میں انھوں نے قرآن وحدیث اوراقوال ائمہ کی روشنی میں ان کے یہاں شادی بیاہ کرنے کاشرعی حکم بیان فرمایاہے۔

[۷] پنچ کاکھانایادعوتِ ولیمہ:

شبِ زفاف کی صبح اپنے دوست،احباب،عزیزواقارب اورمحلہ کےلوگوں کی حسبِ استطاعت ضیافت کرنا"ولیمہ" کہلاتاہے،دعوتِ ولیمہ سنت ہے۔اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے زفاف کے بعدجوولیمہ کیاتھا،اس میں لوگوں کوپیٹ بھرروٹی گوشت کھلایاتھا۔[۳]

اوربخاری شریف میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ پرزردی کااثردیکھا،توفرمایا:یہ کیاہے؟انھوں نے عرض کیا:میں نے ایک عورت سے نکاح کیاہے۔سرکارعلیہ الصلاۃ والسلام نے ارشادفرمایا: فَبَارَكَ اللّٰهُ لَكَ أَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ. یعنی اللہ تعالیٰ تمھارے لیے یہ رشتہ مبارک کرے،تم ولیمہ کرواگرچہ ایک ہی بکری سے ہو۔[۴]

---

[۱] یہ حدیث مسلم،ابوداؤد،ابن ماجہ،عقیلی اورابن حبان کی روایات کامجموعہ ہے۔انوارالحدیث،ص:۱۰۳،رضااکیڈمی ممبئی۔

[۲] خطبات محرم،ص:۵۲۳،مکتبہ فقیہ ملت،دہلی۔

[۳] مسلم شریف،باب زواج زینب بنت جحش،ج:۴،ص:۲۱۶،رقم الحدیث:۳۵۷۷،ملخصا،دارالآفاق الجدیدۃ،بیروت۔

[۴] بخاری شریف،باب الدعاءللمتزوج،ج:۸،ص:۱۰۲،رقم الحدیث:۶۳۸۶،دارالشعب،القاہرۃ۔

اوجھا گنج میں فقیہ ملت علیہ الرحمہ سے پہلے کوئی عالم دین نہیں تھا اور وہاں کے لوگوں کی دینی و علمی پس ماندگی کا عالم یہ تھا کہ وہ دعوتِ ولیمہ جانتے ہی نہیں تھے۔ ہاں! شادی کے موقع پر بارات کی روانگی سے پہلے پنچ کا کھانا کیا کرتے تھے اور جسے تمام لوگوں کو کھانا کھلانے کی استطاعت نہیں ہوتی تھی اسے پنچ کو جمع کر کے معافی مانگنی پڑتی تھی۔ فقیہ ملت علیہ الرحمہ نے انھیں دعوتِ ولیمہ کے بارے میں بتایا اور سمجھایا تو پنچ کا کھانا بند ہوا اور لوگ دعوتِ ولیمہ کرنے لگے۔ اس بارے میں فقیہ ملت علیہ الرحمہ اپنی خود نوشت سوانح میں تحریر فرماتے ہیں:

”اوجھا گنج کے لوگ دعوتِ ولیمہ جانتے ہی نہیں تھے، البتہ بارات کی روانگی سے پہلے مسلم آبادی کے سارے مردوں کو اور خاندان کے پورے افراد کو کھانا کھلانا ضروری تھا۔ اسے ”پنچ کا کھانا“ کہا جاتا تھا اور جو شخص اتنے لوگوں کو کھلانے کی استطاعت نہیں رکھتا تھا اسے پنچ کو جمع کر کے معافی مانگنی پڑتی تھی۔ ہم نے شبِ زفاف کے بعد دعوتِ ولیمہ کرنے کو بتایا تو پنچ کا کھانا بند ہو گیا اور سب لوگوں کو کھلانے کی استطاعت نہ ہونے کی صورت میں معافی مانگنا بھی ختم ہو گیا اور اب بفضلہٖ تعالیٰ ”اوجھا گنج“ میں شادی وغیرہ کی ساری تقریبات اسلامی طور وطریقہ سے ہونے لگیں اور ہماری ساری کوششیں بار آور ہو گئیں“۔[۱]

[۸] اوجھا گنج کی تعزیہ داری:

مروجہ تعزیہ داری ناجائز وحرام ہے، اس کے بارے میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ فرماتے ہیں:

”تعزیہ کی اصل اس قدر تھی کہ روضہ پرنور شہزادۂ گلگوں قبا حسین شہید ظلم و جفا صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیٰ جدہ الکریم وعلیہ کی صحیح نقل بنا کر بہ نیت تبرک مکان میں رکھنا۔ اس میں شرعاً کوئی حرج نہ تھا۔ . . . مگر جہالِ بے خرد نے اس اصل جائز کو بالکل نیست و نابود کر کے صدہا خرافات وہ تراشیں کہ شریعتِ مطہرہ سے الأمان الأمان کی صدائیں آئیں، اول تو نفس تعزیہ میں روضۂ مبارک کی نقل ملحوظ نہ رہی، ہر جگہ نئی تراش، نئی گڑھت جسے اس نقل سے کچھ علاقہ، نہ نسبت، پھر کسی میں پریاں، کسی میں براق، کسی میں اور بے ہودہ طمطراق، پھر کوچہ بکوچہ ودشت بدشت، اشاعتِ غم کے لیے ان کا گشت، اور ان کے گرد سینہ زنی اور ماتم سازشی کی شور افگنی، کوئی ان تصویروں کو جھک جھک کر سلام کر رہا ہے، کوئی مشغولِ طواف، کوئی سجدہ میں گرا ہے، کوئی ان مایۂ بدعات کو معاذ اللہ جلوہ گاہِ حضرت امام علیٰ جدہ وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سمجھ کر اس ابرک پنّی سے مرادیں مانگتا، منّتیں مانتا ہے، حاجت روا جانتا ہے، پھر باقی تماشے، باجے، تاشے، مردوں عورتوں کا راتوں کو میل، اور طرح طرح کے بے ہودہ کھیل ان سب پر طرہ ہیں۔ غرض عشرۂ محرم الحرام کہ اگلی شریعتوں سے اس شریعت پاک تک نہایت بابرکت ومحل عبادت ٹھہرا ہوا تھا، ان بے ہودہ رسوم نے جاہلانہ اور فاسقانہ میلوں کا زمانہ کر دیا۔۔۔ اب بہارِ عشرہ کے پھول کھلے، تاشے باجے بجتے چلے، طرح طرح کے کھیلوں کی دھوم، بازاری عورتوں کا ہر طرف ہجوم، شہوانی میلوں کی پوری رسوم، جشن یہ کچھ اور اس کے ساتھ خیال وہ کچھ، کہ گویا یہ ساختہ تصویریں بعینہا حضرات شہدا رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے جنازے ہیں، کچھ نوچ اتار، باقی توڑ تاڑ دفن کر دیئے۔ یہ ہر سال اضاعتِ مال کے جرم ووبال جداگانہ رہے۔ اللہ تعالیٰ صدقہ حضرات شہدائے کربلا علیہم الرضوان والثناء کا ہمارے بھائیوں کو نیکیوں کی توفیق بخشے اور بری باتوں سے توبہ عطا فرمائے، آمین۔ اب کہ تعزیہ داری اس طریقہ نامرضیہ کا نام ہے قطعاً بدعت وناجائز وحرام ہے“۔[۲]

اوجھا گنج میں بھی مروجہ تعزیہ داری کا بڑا زور تھا اور لوگ بڑی دھوم دھام سے تعزیہ بناتے تھے۔ چنان چہ فقیہ ملت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

”اوجھا گنج میں بھی مروجہ تعزیہ داری بڑی دھوم دھام سے ہوتی تھی، کئی لوگ اپنے ذاتی خرچ سے تنہا تعزیہ بناتے تھے اور دونوں مسجدوں کے دروازوں پر بھی محلہ والوں کے پنچایتی تعزیے رکھے جاتے تھے جن میں ہمارے والد قبلہ مرحوم کے علاوہ سارے مسلمان چندہ دیا کرتے تھے، پھر دس محرم کو تعزیہ اٹھنے پر بہت بڑا میلہ ہو جاتا تھا، دوسرے مواضعات کے بھی تعزیے آتے تھے اور ہر بڑا آدمی یہ چاہتا تھا کہ ہمارا تعزیہ سورج کے مقابل ہوتا کہ اس میں چمک زیادہ ہو اور اس کے لیے ایام جاہلیت جیسے جھگڑے کرتے تھے یہاں تک کہ دسویں محرم کو جب دفن کرنے کے لیے تعزیہ اٹھتا تھا تو بعض عورتیں چوک پر پانی ڈال کر اس کی گیلی مٹی اپنے ماتھے پر لگاتی تھیں اور پھر ہاتھوں کی چوڑیاں توڑ کر دیر تک

[۱] خطبات محرم، ص: ۵۲۱، مکتبہ فقیہ ملت، دہلی۔

[۲] فتاویٰ رضویہ، ج: ۹، نصف اول، ص: ۳۵، ۳۶ ملخصا، رضا اکیڈمی ممبئی۔

بیٹھ کر روتی رہتی تھیں"۔[۱]

فقیہ ملت علیہ الرحمہ ان خرافات کو دیکھ کر کیسے خاموش رہ سکتے تھے، انھوں نے زبانی طور پر لوگوں کو سمجھایا اور انھیں بتایا کہ اس طرح کی تعزیہ داری ناجائز وحرام ہے۔ اور جب ان سے مروجہ تعزیہ داری کے بارے میں استفتا کیا گیا تو انھوں نے تحریری طور پر بھی اس کا رَد کیا۔ چنان چہ ایک استفتا کے جواب میں اس طرح تحریر فرماتے ہیں:

"تعزیہ کا جلوس، آگے پیچھے ڈھول تاشہ، باجہ گاجا، فلمی گیت، جاندار کی تصویر، عورتوں کا ہجوم اور اسی طرح کے دیگر خرافات جو آج کل تعزیہ داری میں کیے جاتے ہیں ناجائز وحرام ہیں، جو لوگ ان بے ہودہ باتوں کا انتظام کرتے ہیں اور وہ لوگ کہ اِس کی تائید میں ہیں سب گنہ گار ہیں۔ مذہبِ اہل سنت وجماعت کا اِن خرافات سے کوئی تعلق نہیں"۔ . . . مسلمانانِ اہل سنت پر لازم ہے کہ اِس قسم کی تعزیہ داری میں کسی طرح ہرگز شریک نہ ہوں اور نہ اپنے اہل وعیال کو شرکت کی اجازت دیں، ورنہ گنہ گار، مستحق عذاب نار ہوں گے"۔[۲]

مگر جو لوگ تعزیہ داری کے عادی تھے وہ اتنی آسانی سے کیسے باز آجاتے، انھوں نے منع کرنے کی صورت میں فقیہ ملت علیہ الرحمہ کے خلاف بکواس کرنا شروع کر دیا، اور اس میں اس قدر آگے بڑھے کہ بعض تعزیہ دار انھیں "وہابی" بھی کہنے لگے اور اِسی کے ساتھ عوام میں بہت سے فرضی قصے بیان ہونے لگے کہ فلاں جگہ ایک آدمی نے تعزیہ رکھنا بند کر دیا تو اس کا جوان بیٹا مر گیا اور فلاں جگہ تعزیہ نہ رکھنے پر ایسا واقعہ ہو گیا، لیکن فقیہ ملت علیہ الرحمہ نے ان کی ایذا رسانی پر صبر کیا اور ثبات قدمی کے ساتھ ان کی اصلاح کی کوشش کرتے رہے۔ تعزیہ داروں کی تخویف، ان کی فرضی کہانیوں اور اپنی کاوشوں کا ذکر کرتے ہوئے فقیہ ملت علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

"میں ان لوگوں کے خوف دلانے سے بالکل نہیں ڈرا، ہر سال تعزیہ داری کے خلاف برابر تقریریں کرتا رہا اور ان کے فرضی قصوں کا جواب یوں دیتا رہا کہ اگر تعزیہ داری بند کر دینے پر جوان بیٹا کے مرنے اور بڑے بڑے نقصانات ہونے کا واقعہ صحیح ہوتا تو میں جب کہ اس کا سخت مخالف ہوں اور اسے بند کرواتا ہوں مجھے میرے بیٹوں کے ساتھ زمین میں زندہ دھنس جانا چاہیے، حالاں کہ میں ہر لحاظ سے روز بروز ترقی ہی کر رہا ہوں اور تعزیہ دار دن بدن پستی ہی میں جا رہے ہیں، بلکہ کئی ایک ان میں نربنس (منقطع النسل) ہو کر مٹ گئے اور باقی لوگوں کی حالت روز بروز خراب ہوتی چلی جا رہی ہے"۔[۳]

فقیہ ملت علیہ الرحمہ کی پیہم کوششوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ اوجھا گنج میں تعزیہ داری کا زور ٹوٹ گیا، بہت سی جہالتیں دور ہو گئیں اور تعزیہ داروں نے اصلاح قبول کرنا شروع کر دیا۔ خطبات محرم میں اس تعلق سے اس طرح بیان کیا گیا ہے:

"اوجھا گنج میں تعزیہ داری اگرچہ اب بھی جاری ہے، مگر پہلے والی باتیں اب نہیں رہ گئیں، بہت سی جہالتیں دور ہو گئیں اور زور ٹوٹ چکا ہے، امید ہے کہ آہستہ آہستہ بالکل ختم ہو جائے گی"۔[۴]

[۹] خواجہ خضر کا تہوار:

ایصالِ ثواب یعنی قرآن مجید یا درود شریف یا کلمہ طیبہ یا کسی نیک عمل کا ثواب دوسرے کو پہنچانا جائز، بلکہ مستحسن ہے۔ عبادتِ مالیہ ہو یا عبادتِ بدنیہ، فرض ہو یا نفل، سب کا ثواب دوسروں کو پہنچایا جا سکتا ہے، زندوں کے ایصالِ ثواب سے مردوں کو فائدہ پہنچتا ہے۔ کتبِ فقہ وعقائد میں اس کی تصریح وتفصیل مذکور ہے، لیکن کہیں کہیں ایصالِ ثواب کے بعض مواقع پر کچھ بے جا قیدیں لگا دی جاتی ہیں جو بے بنیاد ہیں، جیسے ماہِ رجب میں بہت سی جگہوں پر حضرت جلال بخاری علیہ الرحمہ یا حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایصالِ ثواب کے لیے چاول یا کھیر یا پوڑیاں پکوا کر کونڈوں میں بھرتے ہیں اور فاتحہ دلا کر لوگوں کو کھلاتے ہیں یہ جائز ہے، مگر اس میں جہاں کونڈے بھرے جاتے ہیں وہیں

---

[۱] خطبات محرم، ص: ۵۲۴، مکتبہ فقیہ ملت، دہلی۔

[۲] فتاویٰ فیض الرسول، ج: ۲، ص: ۵۱۲، ۵۱۳، دار الاشاعت فیض الرسول، براؤں شریف۔

[۳] خطبات محرم، ص: ۵۲۵، مکتبہ فقیہ ملت، دہلی۔

[۴] خطبات محرم، ص: ۵۲۵، مکتبہ فقیہ ملت، دہلی۔

کھلاتے ہیں، وہاں سے ہٹنے نہیں دیتے، یہ بے جا پابندی ہے، اسے ختم ہونا چاہیے۔

اسی طرح خواجہ خضر کے ایصالِ ثواب میں بھی لوگ قسم قسم کی بدعات وخرافات کرتے ہیں جن کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں اور کوئی صاحبِ عقل وخرد مسلمان اُن کو اچھا نہیں سمجھتا۔ اوجھا گنج میں خواجہ خضر کے ایصالِ ثواب کا طریقہ کس قدر بدعات وخرافات پر مشتمل اور کتنا مذموم تھا اسے بیان کرتے ہوئے فقیہ ملت علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

"اوجھا گنج میں خواجہ خضر کا تہوار اس طرح ہوتا تھا کہ دفالی ڈھول اور ربانہ لے کر مسلم آبادی میں آتے اور ایک ایک دروازہ پر گاتے بجاتے، پھر جب عورتیں گیہوں کا میٹھا دلیا پکانے کے بعد بن سنور کر تیار ہوجاتیں تو دفالی ہر گھر سے عورتوں کو دلیا سر پر رکھوا کر گاتے بجاتے ہوئے مسجدوں کے دروازہ تک پہنچاتے، پھر جب پوری مسلم آبادی کا دلیا اکٹھا ہوجاتا تو نوجوان بہو بیٹیاں بے پردہ اپنے اپنے سروں پر دلیا لیے ہوئے بازار سے گزرتیں، دفالی قدم قدم پر ٹھہرتے اور خوب گاتے بجاتے اور ہاتھ سر سے اوپر اٹھا اٹھا کر عورتیں دفالی کو پیسہ دیتیں، جب کہ پردہ ہی کے لیے نماز کی تکبیر تحریمہ کے وقت کان تک بھی ہاتھ اٹھانے سے ان کو منع کیا گیا ہے۔

یہ ساری بے حیائیاں بیچ بازار میں ہوتی تھیں اور غیر مسلم دورویہ کھڑے ہوکر تماشا دیکھتے تھے، مگر مسلم ذمہ داران جو ساتھ میں ہوتے تھے عورتوں کی یہ حالت دیکھ کر اتنا بھی نہیں کہہ سکتے تھے کہ یہ میلہ بازار کی بجائے باہری رستہ سے ندی تک جائے۔ ہمارے والد صاحب قبلہ مرحوم صرف اتنا کرتے تھے کہ اپنے گھر کی عورتوں کو نہیں جانے دیتے تھے؛ اس لیے ہمارے گھر یہ تہوار بھی نہیں ہوتا تھا"۔[۱]

فقیہ ملت علیہ الرحمہ نے ان بدعات وخرافات کے سدّ باب کے لیے بھی بڑی کوشش کی اور حکمت وموعظت کے ساتھ اوجھا گنج کے مسلمانوں کو سمجھایا، اس کے خلاف تقریر کی اور ان کی غیرت کو للکارا، جس سے وہاں کے مسلمانوں میں کچھ دینی بے داری آئی اور انھوں نے اپنی عورتوں کو ان خرافات میں شامل ہونے سے منع کر دیا اور اس طرح پشتہا پشت کی یہ بے ہودہ رسمیں ختم ہوگئیں۔ اس تعلق سے فقیہ ملت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"فارغ التحصیل ہونے کے بعد اپنے ابتدائی دور میں ایک سال اس تہوار کے دن میں گھر ہی پر تھا اور نماز جمعہ کے بعد میلہ نکلنے والا تھا، میں نے اس کے خلاف نماز کے پہلے سخت تقریر کی اور لوگوں کو غیرت دلائی کہ آپ کی بہو بیٹیاں بے پردگی اور بے حیائی کے ساتھ بیچ بازار سے گزرتی ہیں، مگر آپ لوگوں کو شرم نہیں آتی، بڑے افسوس کی بات ہے۔ خواجہ خضر کی نیاز اپنے گھر میں دلوایئے اور اگر دریا کے کنارے دلوانا چاہیں تو مرد لے کر جائیں، عورتیں ہرگز نہ جائیں۔

میرے اس بیان کو لوگوں نے مان لیا اور اپنے اپنے گھر جا کر عورتوں کو سختی سے منع کر دیا، مگر پشتہا پشت کی رسم یکا یک بند ہوتی دیکھ کر لیڈر قسم کی عورتیں بہت پریشان ہوئیں اور ہماری بات کو رد کرنے کے لیے بڑی کوششیں کیں، لیکن الحمدللہ وہ کام یاب نہ ہوئیں اور یہ حیا سوز طریقہ ہمیشہ کے لیے ختم ہوگیا"۔[۲]

[۱۰] ایصالِ ثواب یا ماں باپ کا کھانا:

ماں باپ کے انتقال کے بعد اُن کو ایصالِ ثواب کے لیے فقرا ومساکین کو کھانا کھلانا جائز، بلکہ مستحسن ہے، اس سے انھیں ثواب ملتا ہے اور اُن کو فائدہ پہنچتا ہے۔ صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"حدیث شریف سے بھی اِس (ایصالِ ثواب) کا جائز ہونا ثابت ہے، حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ کا جب انتقال ہوا، انھوں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کی: یارسول اللہ! سعد کی ماں کا انتقال ہوگیا، کون سا صدقہ افضل ہے؟ ارشاد فرمایا: پانی۔ انھوں نے کوآں کھودا اور یہ کہا کہ یہ سعد کی ماں کے لیے ہے۔ معلوم ہوا کہ زندوں کے اعمال سے مردوں کو ثواب ملتا اور فائدہ پہنچتا ہے۔ . . . سوم یعنی تیجہ جو مرنے سے تیسرے دن کیا جاتا ہے کہ قرآن مجید پڑھوا کر یا کلمۂ طیبہ پڑھوا کر ایصالِ ثواب کرتے ہیں اور بچوں اور اہلِ حاجت کو چنے، بتاسے

[۱] خطبات محرم، ص: ۵۲۶، مکتبہ فقیہ ملت، دہلی۔

[۲] خطبات محرم، ص: ۵۲۷، مکتبہ فقیہ ملت، دہلی۔

یا مٹھائیاں تقسیم کرتے ہیں اور کھانا پکوا کر فقرا و مساکین کو کھلاتے ہیں یا اُن کے گھروں پر بھیجتے ہیں جائز و بہتر ہے، پھر ہر پنج شنبہ کو حسبِ حیثیت کھانا پکا کر غربا کو دیتے یا کھلاتے ہیں، پھر چالیسویں دن کھانا کھلاتے ہیں، پھر چھ مہینے پر ایصال کرتے ہیں، اس کے بعد برسی ہوتی ہے۔ یہ سب اسی ایصال ثواب کی فروع ہیں، اسی میں داخل ہیں، مگر یہ ضرور ہے کہ یہ سب کام اچھی نیت سے کیے جائیں، نمائش نہ ہوں، نمود مقصود نہ ہو، ورنہ نہ ثواب ہے نہ ایصالِ ثواب۔ بعض لوگ اس موقع پر عزیز و قریب اور رشتہ داروں کی دعوت کرتے ہیں، یہ موقع دعوت کا نہیں، بلکہ محتاجوں فقیروں کو کھلانے کا ہے جس سے میت کو ثواب پہنچے"۔[۱]

اس میں کوئی شک نہیں کہ ماں باپ کو ایصال ثواب کے لیے فقرا و مساکین کو کھانا کھلانا کارِثواب ہے، مگر بہت سی جگہوں پر یہ کام بڑی دھوم دھام سے ہوتا ہے، تمام عزیز و اقارب اور سارے رشتہ داروں کو جمع کیا جاتا ہے، لگتا ہے کہ کسی کی شادی ہے؛ اسی لیے موت کے دن ہی سے گاؤں اور برادری کے لوگ اس کھانے کا انتظار کرتے ہیں اور اگر کوئی اس طرح دھوم دھام سے کھانا نہیں کر سکتا ہے تو وہ سماج میں ذلیل و خوار ہوتا ہے۔ ایسی ہی کچھ صورتِ حال اوجھا گنج کی بھی تھی۔ چنان چہ فقیہ ملت علیہ الرحمہ اس تعلق سے تحریر فرماتے ہیں:

"ماں باپ کے مرنے پر اوجھا گنج میں اُن کا کھانا شادی بیاہ کی طرح بڑی دھوم دھام سے کیا جاتا تھا جس میں تمام عزیز و اقارب اور سارے رشتہ داروں کو جمع کیا جاتا تھا، کچھ خاندانی فقیروں کو اور خاص طور سے برادری کو کھانا کھلایا جاتا تھا۔ موت ہی کے دن سے لوگ اس کھانے کا انتظار شروع کر دیتے۔ اگر کسی کی جانب سے کھلانے میں تاخیر ہوتی تو وہ کہیں بولنے کا حق نہیں رکھتا تھا، لوگ اسے فوراً طعنہ دیتے کہ تو کیا بات کرتا ہے، تیرا باپ مر گیا اور تو ابھی تک برادری کو کھانا نہیں کھلا سکا۔

اگر کوئی شخص کھلانے کی استطاعت نہیں رکھتا تو برادری کے دباؤ اور اُن کی طعنہ زنی سے بچنے کے لیے مجبوراً اسے قرض لے کر کھانا کرنا پڑتا، اور اگر قرض لے کر بھی کوئی آدمی کھلانے کی طاقت نہیں رکھتا تو مسلمانوں کی بھری پنچایت میں کھڑے ہو کر وہ پنچ سے معافی مانگتا جس پر یہ کہا جاتا کہ معافی نہیں ملے گی، لوگوں کے یہاں تم نے کھایا ہے تو تمھیں بھی سب کو کھلانا پڑے گا۔ جب بہت دیر تک ہاتھ جوڑ کر وہ پنچ سے عاجزی منتی کرتا اور اپنی مجبوریاں بیان کرتا تو بادل ناخواستہ اسے معاف کر دیا جاتا، مگر وہ پوری آبادی میں نہایت ذلیل و رسوا ہو جاتا"۔[۲]

اِس طرح میت کے گھر والوں سے کھانا وصول کرنا از روے شرع ناجائز و حرام ہے؛ اِس لیے فقیہ ملت علیہ الرحمہ نے اس کی شدید مخالفت کی اور لوگوں کو طرح طرح سے سمجھایا، مگر طعنہ زنی کے خوف سے لوگ اسے چھوڑنے کی ہمت نہیں کر پا رہے تھے، پھر جب انھوں نے اپنے والدین کے انتقال پر اس طرح کھانا نہیں کیا تو لوگوں کو برادری کے اِس ظلم سے نجات ملی۔ فقیہ ملت علیہ الرحمہ اس بارے میں لکھتے ہیں:

"اس طرح میت کے گھر والوں سے کھانا وصول کرنا حرام و ناجائز ہے؛ اس لیے میں نے اس کی مخالفت کی، مگر طعنہ زنی کے خوف سے لوگ چھوڑنے کی ہمت نہیں کر پا رہے تھے، لیکن جب میرے والدین کا انتقال ہوا تو میں نے کھانا نہیں کیا، بلکہ ایصال ثواب کے لیے بڑی مسجد میں الیکٹرک لگوائی، اس طرح لوگوں کو برادری کے ظلم سے نجات مل گئی، اس نے اپنا حق ختم کر دیا، معافی مانگنے کا سوال ہی نہیں رہ گیا، خود اختیاری ہو گیا اور نہ کھلانے کی صورت میں طعنہ زنی کرنے اور عیب لگانے کی بات بالکل ختم ہو گئی"۔[۳]

[۱۱] کافروں کو قربانی کا گوشت دینا:

اوجھا گنج میں قربانی کا گوشت عام طور پر کافروں کو بھی دیا جاتا تھا جس میں نائی، دھوبی اور چمار بھی شامل ہوتے تھے اور اوجھا گنج کے پرانے زمین دار برہمن جو اَب بھی آبادی میں با اثر ہیں، اُن کو خاص طور سے دیا جاتا تھا؛ اِس لیے اِس کے خلاف کچھ بولنا بڑا مشکل کام تھا، مگر فقیہ ملت علیہ الرحمہ نے اللہ و رسول جل جلالہ و صلی اللہ علیہ وسلم کے بھروسے حکم شرع سنا ہی دیا اور مسلمانوں میں اعلان کر دیا کہ "کافروں کو قربانی کا گوشت دینا جائز نہیں ہے"۔ اِس رکاوٹ سے غیر مسلموں میں بڑی کھلبلی پیدا ہوئی اور جب فقیہ ملت علیہ الرحمہ سے پوچھا گیا کہ آپ نے روکا ہے؟ تو انھوں

[۱] بہار شریعت، حصہ ۱۶، ص: ۶۴۲، ۶۴۳، مکتبۃ المدینہ۔

[۲] خطبات محرم، ص: ۵۲۷، مکتبہ فقیہ ملت، دہلی۔

[۳] خطبات محرم، ص: ۵۲۸، مکتبہ فقیہ ملت، دہلی۔

نے فرمایا: ہم نہیں روکتے ، بلکہ ہمارا مذہب روکتا ہے۔ جیسے آپ کا دھرم جتنی اجازت دیتا ہے اتنا ہی برتاؤ آپ ہمارے ساتھ کرتے ہیں، ویسے ہی ہمارا مذہب جتنی باتیں جائز ٹھہراتا ہے اس سے زیادہ ہم آپ کے ساتھ کرنے سے مجبور ہیں۔ الحمد للہ فقیہ ملت علیہ الرحمہ کی یہ کوشش بھی بار آور ہوئی اوراوجھا گنج سے یہ ناجائز طریقہ دور ہو گیا۔[۱]

[۱۲] اوجھڑی اور آنت کھانا:

اوجھا گنج کے مسلمان اوجھڑی اور آنتیں بلا تکلف کھاتے تھے، فقیہ ملت علیہ الرحمہ نے اس کے ناجائز ہونے کا اعلان کیا اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ و دیگر علمائے اہل سنت کے فتاویٰ سے اس کا عدم جواز ثابت کیا تو جو لوگ حکم شرع کی اتباع کرنے والے تھے انھوں نے مان لیا اور اِن چیزوں کا کھانا چھوڑ دیا، اب وہ قربانی کے جانور کی اوجھڑی اور آنتیں زمین میں دفن کر دیتے ہیں یا کوئی غیر مسلم لے جانا چاہتا ہے تو اسے منع نہیں کرتے۔ مگر جو لوگ شرع کی بجائے اپنے باپ دادا کی پیروی کرتے ہیں وہ اب بھی پوشیدہ طور پر کھاتے رہتے ہیں۔[۲]

یہ کل بارہ امور ہوئے جن کا میں نے یہاں ذکر کیا ہے، اِن کے علاوہ اوجھا گنج کے اور بہت سے امور ہیں جن کی اصلاح فقیہ ملت علیہ الرحمہ نے کی ہے، اس راہ میں انھوں نے بڑی بڑی مشکلات کا سامنا کیا اور طرح طرح کی اذیتیں برداشت کیں، ان کی کچھ تفصیل "خطبات محرم" کے آخر میں "حالات مصنف" کے ضمن میں "اوجھا گنج کی غلط باتیں اور ان کی اصلاح" کے عنوان سے درج کی گئی ہیں۔

یہ "حالاتِ مصنف" فقیہ ملت علیہ الرحمہ کی خود نوشت سوانح حیات ہے جو اس کتاب کے آخر میں شامل اشاعت ہے، اس کا مطالعہ نئے فارغین علما اور طلبہ کے لیے بہت مفید ہے، اس سے انھیں پڑھنے پڑھانے اور عوام کے درمیان کام کرنے کا حوصلہ ملے گا اور رائج بدعات وخرافات کی اصلاح کا کچھ طریقہ بھی معلوم ہوگا۔

دعا ہے کہ رب قدیر فقیہ ملت علیہ الرحمہ کی خدماتِ دینیہ قبول فرمائے، ان کے درجات بلند فرمائے اور ہم سب کو بھی احکام شرع کے مطابق عمل کرنے اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر پر کاربند رہنے کی توفیق بخشے۔ آمین

ساجد علی مصباحی، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

۲؍ربیع الاول ۱۴۳۹ھ / ۲۲؍نومبر ۲۰۱۷ء

چہارشنبہ

---

[۱] خطبات محرم، ص: ۵۲۸، ملخصا، مکتبہ فقیہ ملت، دہلی۔

[۲] خطبات محرم، ص: ۵۲۹، ملخصا، مکتبہ فقیہ ملت، دہلی۔